صحابہؓ کرام کا مقام

مسلک علمائے دیوبند کی روشنی میں

از قلم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند

کچھ عرصہ قبل حضرت حکیم الاسلام قاری صاحب مدظلہٗ نے "علمائے دیوبند کے مسلک" کے بارہ میں ایک محققانہ اور جامع مقالہ سپردِ قلم فرمایا۔ مسلک کی مزید تنقیح اور جماعتی بنانے کیلئے اسے جماعت کے اہل الرائے اور اہل بصیرت دیگر حضرات کی خدمت میں بھی ارسال کیا گیا تاکہ سب حضرات کے اظہارِ خیال کے بعد اسے شائع کیا جا سکے۔ اسکی ایک کاپی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو بھی بھیجی گئی تھی جس میں سے صحابہ کرامؓ کے بارہ میں علمائے دیوبند کا موقف و مسلک والا حصہ شریکِ اشاعت ہے۔ اس وقت جب کہ ملک میں ایک خاص مکتبِ فکر کے قائد نے صحابہؓ کرام کے بارہ میں ایسی قلمی سرگرمیاں شروع کی ہیں جو سراسر اہل سنت والجماعۃ اور سوادِ اعظم کے مسلک کے منافی ہیں، مقالہ کا یہ حصہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ تاکہ اس کے بارہ میں مسلک علماء دیوبند سامنے آ سکے۔ صحابہ کرام کی تعدیل کے بارہ میں مفصل کلام انشاء اللہ آئندہ شماروں میں کیا جائے گا۔ (ادارہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کے بلاواسطہ فیض یافتوں اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے۔ جن کا اصطلاحی لقب صحابۂ کرام ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ خدا اور رسول نے من حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہؓ کا طبقہ ہے۔ ان کے سوا کسی طبقہ کو من حیث الطبقہ مقدس نہیں فرمایا کہ طبقہ کے طبقہ کی تقدیس کی ہو۔ مگر اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد و مرشد۔ راضی و مرضی۔ تقی القلب۔ پاک باطن۔

مستمر الطاعۃ ۔ محسن و صادق اور موعود بالجنۃ فرمایا ۔ پھر ان کی عمومی مقبولیت و شہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں رکھا بلکہ عمومی گردانا ۔۔۔ کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دیکر بتلایا کہ وہ اگلوں میں بھی جانے پہچانے لوگ تھے ۔ اور قرآن کریم میں ان کے مدائح و مناقب کا ذکر کرکے بتلایا کہ وہ پچھلوں میں بھی جانے پہچانے ہیں ۔ اور قیامت تک رہیں گے ۔ جب تک قرآن رہے گا ۔ زبانوں پہ ، دلوں میں ، ہر وقت کی تلاوت میں ، پنج وقتہ نمازوں میں ، خطبات و موعظت میں ، مسجدوں اور معبدوں میں ، مدرسوں اور خانقاہوں میں ، خلوتوں اور جلوتوں میں ، غرض جہاں بھی اور جب بھی اور جس نوعیت سے بھی قرآن پڑھا جاتا رہے گا وہیں ان کا چرچا اور امت پہ ان کا تفوق نمایاں ہوتا رہے گا ۔ پس بلحاظِ مدح و ثناء وہ امت میں یکتا اور بے نظیر ہیں ۔ جن کی نظیر انبیاء کے بعد اول و آخر نہیں ملتی ۔ مگر علماء دیوبند نے اپنے اس مسلک میں جو صحابہ کی بابت عرض کیا گیا رشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ۔ اور کسی گوشہ سے بھی اس میں افراط و تفریط اور غلو کو آنے نہیں دیا ۔۔۔

مثلاً وہ اس عظمت و جلالت کے معیار سے صحابہ میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائقِ محبت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائقِ عداوت ۔ کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوں اور عیاذاً باللہ کسی کی مذمت میں یا تو انہیں سب و شتم اور قتل و غارت کرنے پہ اتر آئیں اور ان کا خون بہانے میں بھی کسر نہ چھوڑیں اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پہ آجائیں ، انہیں معصوم سمجھنے لگیں ۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض میں حلول خداوندی ماننے لگیں ۔ علماء دیوبند کے مسلک پہ یہ سب حضرات مقدسین تقدس کے انتہائی مقام پہ ہیں ۔ مگر نبی یا خدا نہیں ، بلکہ بشریت کی صفات سے متصف لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں ۔ مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں ۔ جو عام بشر تو بجائے خود ہیں پوری امت کے اولیاء بھی ان مقامات تک نہیں پہنچ سکے ۔ یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے ۔ جو صحابہ کے بارہ میں علماء دیوبند نے اختیار کیا ہوا ہے ۔ انکے نزدیک تمام صحابہ شرف صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں ہیں ۔ اس لئے محبت و عظمت میں بھی یکساں ہیں ۔ البتہ ان میں باہم فرقِ مراتب بھی ہے ۔ تو عظمتِ مراتب میں بھی فرق ہے ۔ لیکن یہ فرق چونکہ نفسِ صحابیت کا فرق نہیں اس لئے اس سے نفسِ صحابیت کی محبت و

عقیدت میں بھی فرق نہیں پڑ سکتا پس اس مسلک میں الصحابہ کلّھم عدول ۔ (صحابہ سب کے سب عادل تھے) کا اصول کارفرما ہے۔ جو اس دائرہ میں اہل السنّت والجماعۃ کے مسلک کا جو بعینہٖ مسلک علماء دیوبند ہے، اوّلین سنگ بنیاد ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند اُن کی اس عمومی عظمت وجلال کی وجہ سے انہیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں۔ اور یہ کہ بعد والوں کی نجات ان ہی کے علمی وعملی اتباع کے دائرہ میں محدود ہے۔ لیکن انہیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں اور یہ کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں۔ اور جسے چاہیں حرام بنا دیں۔ ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔ پس وہ اُمتی تھے۔ مگر نبوت کے مخلص ترین جاں نثار خادم تھے جن کی بدولت دین اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اور اس نے دنیا میں قدم جما دئیے۔ اس لئے وہ سب کے سب مجموعی طور پہ مخدوم العالم اور خیر الخلائق بعد الانبیاء ہیں۔ ہاں مگر یہ حضرات اس مسلک کی رو سے گو شارع تو نہ تھے۔ مگر فانی فی الشریعت تھے۔ شریعت ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی اور وہ اس میں گم ہو کر اس کے درجۂ کمال کے مقام پر آ گئے تھے، جو مدارِ اطاعت ہوتا ہے۔ اس لئے علماء دیوبند انہیں شریعت کے بارہ میں عیاذاً باللہ خائن یا متساہل یا بدنیّت یا حُبِ جاہ ومال کا اسیر کہنے کی معصیت میں مبتلا نہیں۔ اُن کے نزدیک یہ سب مقدسین دین کی روایت کے راویٔ اوّل۔ دینی درایت کے مبصرِ اوّل، دینی مفہومات کے فہیم اوّل اور پوری امّت کے مربّی اوّل اور حسب فرمودۂ نبوی امّت کے حق وباطل کے معیار تھے۔ جن کی رو سے فرقوں کے حق وباطل کا سُراغ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر اُن کی محبّت وعظمت دل میں ہے اور بلا استثناء ہے تو وہ فرقۂ حقہ کا فرد ہے۔ اور اگر ذرا بھی ان کی عظمت وعقیدت میں کمی یا دل میں اُن کی نسبت سے سوءِ ظن ہے تو اُسی نسبت سے وہ فرقۂ ناجیہ سے الگ ہے۔ پس حق وباطل کے پرکھنے کی پہلی کسوٹی ان کی محبّت وعظمت اور اُن کی دیانت اور تقوائے باطن کا اعتراف اور اُن کی نسبت قلبی اذعان واعتقاد ہے اس لئے جو فرقہ بھی بلا استثناء اُنہیں عدول ومتقن مانتا ہے۔ وہی حسب ارشادِ نبوی فرقۂ حقہ ہے۔ اور وہ الحمد للہ اہل السنّت والجماعۃ ہیں۔ اور جو ان کے بارہ میں بدگمانی یا بدزبانی کا شکار ہے وہی حقانیت

سے ہٹا ہوا ہے۔ اس لئے شریعت کے باب میں اُن کے بارہ میں کسی ادنیٰ دخل وفصل کا توہم پورے دین پر سے اعتماد اٹھا دینا ہے۔ اگر وہ بھی معاذ اللہ دین کے بارہ میں راہ سے اِدھر اُدھر ہٹے ہوئے تھے تو بعد والوں کے لئے راہِ مستقیم پر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پوری امت اوّل سے لیکر آخر تک ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے حسب مسلک علماء دیوبند جہاں وہ منفرداً اپنی اپنی ذوات کے لحاظ سے تقی ونقی اور صفی ووفی ہیں، وہیں بحیثیت مجموعی امت کی نجات بھی اُن ہی کے اتباع میں منحصر ہے۔ اور وہ بحیثیت قرن خیر من حیث الطبقہ پوری امت کے لئے نبی کے قائم مقام اور معیار حق تھے۔ پس جیسے نبوت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حتیٰ کہ ان کا تعامل بھی بعض ائمہ ہدایت کے یہاں شرعی حجت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے جذباتی رنگ میں انہیں گھٹانا بڑھانا یا چڑھانا اور گرانا جس طرح عقل ونقل قبول نہیں کرتی اسی طرح علماء دیوبند کا جامع عقل ونقل مسلک بھی قبول نہیں کر سکتا۔ علماء دیوبند ان کی غیر معمولی دینی عظمتوں کے پیش نظر انہیں سرتاج اولیا مانتے ہیں۔ مگر اُن کے معصوم ہونے کے قائل نہیں۔ البتہ اُنہیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں۔ جو ولایت کا انتہائی مقام ہے۔ جس میں تقویٰ کی انتہا پر بشاشت ایمان جوہر نفس ہو جاتی ہے۔ اور سنت اللہ کے مطابق صدور معصیت عادتاً ناممکن ہو جاتا ہے۔ ذالک اذا خالط بشاشۃ القلوب۔ اس مقام کے تقاضا سے اُن کا تقویٰ باطن ہمہ وقت اُن کے لئے مذکر رہتا تھا۔ پس معصوم نہ ہونے کی وجہ سے اُن میں معصیت کا امکان تھا۔ مگر محفوظ من اللہ ہونے کی وجہ سے اُن میں معصیت کا صدور اور ذنوب کا اقدام نہ تھا۔ پھر اس طبقہ میں یہ امکانی معصیت کا احتمال بھی بیرونی عوارض یا طبیعت کی حد تک تھا۔ قلبی دواعی کی حد تک نہ تھا۔ کیونکہ اُن کے قلوب کی تطہیر اور ان کے تقویٰ کے پرکھے پرکھائے ہونے کی شہادت قرآن دے رہا ہے۔ اس لئے اگر عوام صحابہؓ میں سے کسی سے ابتدائی منزل میں طبعاً کوئی لغزش سرزد بھی ہوئی تو جیسا کہ وہ قلبی داعیہ یا گناہ کے کسی ملکہ سے جو دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہو سرزد شدہ نہ تھی۔ ایسے ہی اس کا اثر بھی اُن کے قلبی ملکات، واحوال یا باطنی تقویٰ تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے ایسی اتفاقی لغزش سے بھی ان کی باطنی بزرگی جس کی خدا نے شہادت دی ہے۔ متہم نہیں ٹھہر سکتی۔ پس ان مقدسین میں کمالِ زہد وتقویٰ اور کمالِ فراست وبصیرت کی وجہ سے جذباتِ معصیت مضمحل اور دواعیٔ طاعت مشتعل تھے، معصیت سے وہ ہمہ وقت

بیگانہ تھے، اور طاعت حق میں یگانہ۔ ایمان و تقویٰ اُن کے قلوب میں مزیّن اور کفر و فسوق اُن کے باطن میں مبغوض تر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند انہیں غیر معصوم کہنے کے باوجود بوجہ محفوظیت دین کے بارہ میں قابل تنقید و تبصرہ نہیں سمجھتے کہ بعد والے انہیں اپنی تنقیدات کا ہدف بنالیں۔ بلکہ ان کی آپس کی باہمی تنقید کو (جس کا انہیں حق تھا) نقل کرنے میں بھی رشتۂ ادب کو ہاتھ سے چھوڑ دینا جائز نہیں سمجھتے چہ جائیکہ اُن کے باہمی تنقید و تبصرہ کے فعل سے امتِ مابعد کو ان پہ تنقید کرنے کا حقدار سمجھتے بلکہ اُن کی پاک باطنی اور تقوائے قلب کے منصوص ہو جانے کے بعد دین کے معاملات میں ان کی لغزش تا بحدِ خطا رہ جاتی ہے۔ معصیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لئے اُن کے مشاجرات اور باہمی نزاعات میں خطاء و صواب کا تقابل ہے۔ حق و باطل یا طاعت و معصیت کا نہیں اور سب جانتے ہیں کہ مجتہد خاطی کو بھی اجر ملتا ہے، نہ کہ زجر۔ پس اُن کے باہمی معاملات میں (جو نیک نیتی اور پاک نفسی پر مبنی تھے۔) حسبِ مسلک علماء دیوبند نہ بدگمانی جائز ہے، نہ بدزبانی۔ یہ توجیہ کا مقام ہے نہ کہ تنقید کا۔ تلک دماءٌ طھّر اللہ عنھا ایدینا فلا نلوّث بھا السنتنا (عمر بن عبدالعزیز)

صحابہ کے بعد کوئی طبقہ بحیثیت طبقہ کے مقدس نہیں کہ پورے طبقہ کو پاک باطن اور بلا استثنا عدول کہا جائے لیکن پھر بھی اس امتِ مرحومہ کا کوئی قرن اور کوئی دور مصلحوں، ہادیوں، مجدّدوں، اور مقدسین سے خالی نہیں رہا۔ اور ائمۂ علوم، ائمۂ ہدایت، اور ائمۂ کمالاتِ ظاہر و باطن کی کمی نہیں رہی۔ علماء دیوبند کے مسلک میں ان تمام جواہر فرد افراد کی عظمت و جلالت یکساں ہے۔ خواہ وہ مجتہد مطلق ائمہ ہوں یا مجتہد فی المذہب۔ راسخین فی العلم ہوں یا ائمۂ فنون۔ محدثین ہوں یا فقہاء۔ عُرفا ہوں یا حکماء اسلام سب کی قدر و منزلت ان کے یہاں ضروری ہے۔ کیونکہ ان وارثانِ نبوّت میں کوئی طبقہ نسبت ایمان و اسلام کا محافظ رہا اور کوئی نسبت احسان و عرفان کا۔ بالفاظِ دیگر ایک علمائے ظواہر کا طبقہ رہا ہے۔ اور ایک علمائے بواطن کا اور یہ دونوں طبقے تا قیامِ قیامت اپنے طبعی فرق و تفاوت کے ساتھ باقی رہیں گے۔ اس لئے حسبِ مسلک علماء دیوبند اعتقاد و استفادہ کی یہ اعتدالی صورت بھی ان سب طبقات مابعد کے ساتھ قائم رہے گی۔ فرق اتنا ہے کہ صحابہ کے پورے طبقہ کے ساتھ یہ عظمت یکسانی سے قائم تھی کہ وہ سب کے سب عدول اور متقی ملنے ہوئے تھے۔ لیکن بعد والوں میں متقی بھی ہیں اور غیر متقی بھی۔ اس لئے طبقۂ صحابہ کے مادہ

میں تو موافقت کے سوا کسی مخالفت کا سوال ہی نہ تھا لیکن طبقاتِ مابعد میں چونکہ وہ قرنِ صحابہؓ کی سی خیریت مطلقہ اور خیریت عامّہ قائم نہیں رہی۔ گو جنسِ خیر منقطع بھی نہیں۔ اس لئے ان میں عدول وغیر عدول دونوں قسم کے افراد ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے موافقت کے ساتھ مخالفت اور اتفاق کے ساتھ اختلاف کا پہلو بھی قائم رہا مگر علماء دیوبند نے اس موافقت اور مخالفت اور اتفاق و اختلاف کے دونوں ہی پہلوؤں میں رشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا نہ موافقت میں غلو کیا نہ مخالفت میں۔ نہ کسی کو بے وجہ سامنے رکھ کر اس کے مقابلہ میں مخالفت کا کوئی مستقل محاذ بنایا اور نہ بے وجہ کسی کو گروہی یا فرقہ واری انداز سے اپنا کر اس کی مدح وثناء ہی کو مستقل موضوع قرار دیا۔ شخصیتوں کی عظمت کے اقرار کے ساتھ ان کے صواب کو صواب کہا اور خطاء کو خطاء اور پھر خطاء کا وہ علمی عذر بھی پیشِ نظر رکھا۔ جو ایک اچھی اور مقدس شخصیت کی خطاء میں پنہاں ہوتا ہے۔ نیز اس خطاء پر اس کی ساری زندگی کو خاطئانہ قرار دینے کی غلطی نہیں کی۔ البتہ اگر یہ اعتذار اُن کی زندگی سے مفہوم نہ ہو سکا تو خطا کو اُچھالنے یا شخصیت کو مطعون کرنے کی بجائے اس خطاء کی حد تک معاملہ خدا کے سپرد کر کے ذہنی یکسوئی پیدا کر لی۔ اُسے خواہ مخواہ ہدف بنا کر شخصیتوں کو مجروح اور مطعون کرنے کی سعی نہیں کی جیسا کہ اربابِ غُلو یا اصحابِ غُلو یا اہلِ غلو کا طریقہ رہا ہے۔ بالخصوص اس دورِ پُر فتن میں جس کا خاص امتیازی نشان ہی علم و فہم اور حلم کے بجائے یا غُلو کا غلبہ ہے۔ جو حدود شکنی ہے۔ یا عَلو کا زور ہے جو کبر و نخوت ہے اور یا غُلو کا دباؤ ہے جو جہالت کا استیلاء ہے۔ اور یہ تینوں ظلم و جہل کے شعبے ہیں، علم و عدل کے نہیں ——— اور علماء دیوبند کے مسلک کی بنیاد علم و عدل پر ہے جہل و ظلم پر نہیں۔ اس لئے اس میں نہ غُلو اور عَلو ہے اور نہ غلو۔ چنانچہ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ ذاتِ بابرکاتِ نبویؐ اور ذواتِ قدسیہ صحابہؓ کے بارہ میں اس کا مسلک عدل و اعتدال سے پُر اور رعایتِ حدود پر مبنی ہے غُلو و عُلو پر مبنی نہیں۔

دین کیلئے دل سوزی ——— جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں۔ اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے، اے باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں۔ اور جو ڈھے گیا ہے اسکو درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہو سکتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہئے۔ اے سورج، اے چاند، اور اے دن تم سب آؤ۔ (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، ملفوظات صفحہ ۴۹)